حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی ہے!

قرآنِ کریم میں ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ الاٰية!" (آلِ عمران: ۱۶۴)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں ایک رسول انھی میں سے مبعوث فرمایا، جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے!"

آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مناصب ذکر ہوئے ہیں:

۱۔ تلاوتِ آیات۔

۲۔ تزکیۂ (نفوس)

۳۔ تعلیمِ کتاب وحکمت

یہ معلوم ہے کہ قرآنِ مجید کے اولین مخاطب عرب تھے، جن کی زبان میں قرآنِ مجید نازل ہوا۔ اور اس کے باوجود ان کے سامنے تلاوتِ آیات، قرآنی منصبِ رسالت قرار پایا ـــ پھر قرآنِ کریم اللہ ربّ العزّت کا کلام ہے، "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" ہے، اور بایں ہمہ تزکیۂ نفوس کو تنہا قرآنِ مجید پر منحصر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہ آپؐ پر نازل ہوا اور اس کے ذریعہ تزکیۂ نفوس بھی آپؐ کا منصب بتلایا گیا۔

آپؐ کا تیسرا منصب تعلیمِ کتاب وحکمت ہے ـــ چنانچہ اوّلاً تو "حکمت" کو "کتاب" کے علاوہ ذکر فرمایا گیا، اور یہ بھی "منزل من اللہ" ہے:

"وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ الاٰية!" (النساء: ۱۱۳)

"اور (اے نبیؐ) اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کتاب بھی نازل فرمائی ہے اور حکمت

بھی !"

اب اگر یہ "حکمت" حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تو اس کی نشاندہی کی جائے کہ یہ کیا چیز تھی، جو آپؐ ہی پہ نازل ہوئی ؟

اگر کہا جائے کہ "حکمت" قرآنِ مجید ہی ہے، تو ہمیں قرآنِ مجید کو "قرآنِ حکیم" کہنے سے انکار نہیں، کہ "وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ" کے الفاظ خود قرآنِ کریم میں وارد ہوئے ہیں — تاہم اس مقام پر جو الفاظ ذکر ہوئے ہیں، ان سے یہ مطلب کشید کرنا ناممکن ہے کہ یہاں "حکمت" کا لفظ قرآنِ مجید کی صفت کے طور پہ بیان ہوا ہے، ورنہ الفاظ یوں ہوتے :

"وَانزل اللہ علیک الکتٰب الحکیم"

جب کہ ایسا نہیں ہے، اور آیت مذکورہ بالا کے علاوہ آیۂ زیرِ نظر میں بھی "حکمت" کو "کتاب" کے سوا دوسری چیز کے طور پر ذکر کیا گیا ہے :

"وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ"

"اور (یہ رسولؐ) انھیں کتاب کی تعلیم بھی دیتا ہے، اور حکمت بھی سکھاتا ہے!"

چنانچہ جب یہ دو چیزیں ہیں، تو منکرینِ حدیث "صرف قرآن" کے قائل کیوں ہیں؟— کیا یہ خود قرآنِ کریم کا انکار نہیں ؟

ثانیاً، آپؐ کا یہ منصبِ "تعلیم کتاب و حکمت"، آپؐ کے منصبِ "تلاوت" سے الگ ذکر ہوا ہے — اور یہ امر محتاجِ وضاحت نہیں کہ تعلیم کے لیے کورس کی کتاب صرف پڑھ کر نہیں سُنا دی جاتی، بلکہ معلّم اس کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ و مفہوم بھی بیان کرتا اور الفاظِ کتاب کی تشریح و تبیین بھی کرتا ہے، جو الفاظِ کتاب سے زائد چیز ہوتی ہے — جس کے لیے باقاعدہ لیکچر و پیریڈ ہوتے ہیں، نوٹس بکیں ترتیب دی جاتی ہیں، اور پھر امتحانات میں اکثر سوالات اسی سے متعلق ہوتے ہیں — چنانچہ پوری دنیا میں سکولوں کالجوں کا قیام، اساتذہ کی تقرری، ان کے مشاہرات، پھر سکولوں میں طلباء کے داخلے اور ان میں باقاعدہ ان کی حاضری وغیرہ کا ایک وسیع نظام اسی تشریح و تبیین و تفہیم کے لیے قائم ہے — اس کے برعکس اگر کورس کی کتاب محض طلباء کے ہاتھوں میں تھما دی جائے، تو کوئی بھی سلیم العقل شخص اسے تعلیم کا نام نہیں دے سکتا۔

اب پوری آیت سے نتیجہ اخذ کیجیے!

دورِ نبویؐ کے لوگوں کو تو اہلِ زبان ہونے کے باوجود قرآنِ مجید کی آیات کی تلاوت کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی کی ضرورت تھی، تزکیہ کے لیے بھی، اور تشریح و تبیین کے لیے بھی ـــــ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں ایک مکمل نمونۂ اتباع ان کے سامنے تھا! ـــــ یہاں پنجابی اردو بولنے والوں کو نہ آپؐ کی رفاقت نصیب ہوئی، نہ صحبت، نہ شرفِ ملاقات ہی حاصل ہوا کہ وہ آپؐ کی ذات میں قرآنِ مجید کا عملی نمونہ دیکھتے ـــــ بس منکرینِ حدیث کی دانست میں کتاب محض ان کے ہاتھوں میں تھما دی گئی کہ اسے خود پڑھو، سمجھو اور اس پر عمل کرو ـــــ یوں یہ آپؐ کی تعلیم سے کلیتہً محروم رہے، لیکن بایں ہمہ اطاعت و اتباعِ رسولؐ کے یہ لوگ بھی اسی طرح مکلّف ہیں جس طرح کہ پہلے تھے ـــــ طرفہ یہ کہ جنت کا وعدہ ان کے لیے بھی ویسا ہی ہے، جیسا پہلوں کے لیے تھا:

"وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" (الاحزاب: ۷۱)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے تو وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا"

اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں، تو ضلالت ان کا مقدر ٹھہری اور اس کے نتیجہ میں انہیں جہنم کی وعید شدید سنا دی گئی:

"وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا" (الاحزاب: ۳۶)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے تو وہ صریح ضلالت کا شکار ہو گیا!"

حالانکہ نہ تو انہیں تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی ملی، نہ تزکیہ کے اصول آپؐ کی زبان و عمل سے مہیا ہوئے، اور نہ ہی آپؐ کی تعلیم ان تک پہنچی ـــــ سوچیے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

منکرینِ حدیث جواب دیں

۱۔ اب یا تو منکرینِ حدیث یہ کہیں کہ یہ ناانصافی بھی ہے اور ظلم بھی! ـــــ حالانکہ یہ خود قرآنِ کریم کا انکار ہے ـــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ" (الاعراف: ۸۷)

"اور وہ (اللہ) تو بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے!"

نیز فرمایا :

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۞ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۶)

"اور تیرا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا (بھی) نہیں!"

۲- چنانچہ اگر یہ نتیجہ (ظلم و ناانصافی) انھیں منظور نہیں تو انھیں اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ آیت "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ـــــ الخ!" میں مؤمنین سے مراد صرف وہ لوگ ہیں، جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں موجود تھے اور آپؐ کے اطاعت شعار بھی ہوئے! ـــــ بعد والوں کو چونکہ نہ تو آپؐ کی طرف سے تلاوتِ آیاتِ قرانی کے سلسلہ میں راہنمائی ملی، نہ آیات کی تشریح و تبیین، اور نہ ہی اس بنا پر ان کا تزکیہ ہو سکا۔ لہٰذا بعد میں نہ کوئی مومن ہو سکتا ہے، اور نہ تا قیامت ہو گا! ـــــ وعلیٰ ھٰذا القیاس :

- بعثتِ رسولؐ کا احسان بھی صرف ان پہلوں پر تھا، جو مومن قرار پائے، پچھلوں پر نہیں!
- قرآنِ کریم کے مخاطب بھی صرف یہی لوگ تھے!
- تب معاملہ یہیں تک نہ رُکے گا، بلکہ اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر منکرینِ حدیث کو اس بات کا بھی قائل ہونا پڑے گا کہ قرآنِ کریم ایک محدود دَور کے لیے راہنما تھا، اب معاذ اللہ راہنما نہیں ـــــ رہتی دنیا تک کے لوگ نہ تو اس سے مستفید ہو سکتے ہیں، اور نہ ہی یہ ان کے لیے دستورِ حیات ہے!
- پھر جنّت کے وعدے بھی صرف ان سے تھے، جن پر آپؐ نے تلاوتِ آیات کی، اور جنھوں نے آپؐ سے کتاب و حکمت کی تعلیم حاصل کی ـــــ اسی طرح جہنم کا عذاب بھی صرف ان لوگوں کے لیے ہے، جو آپؐ کو دیکھنے سننے کے باوجود آپؐ کے مطیع و متبع نہ ہوئے!

۷- لیکن اگر یہ صورتِ حال انھیں منظور نہیں، اور وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ ربّ العزّت منصف و عادل ہیں، مومن تا قیامت باقی رہیں گے، بعثتِ رسولؐ کا احسان بھی تمام مؤمنوں پر ہے، قرآنِ کریم کی دعوت بھی آپؐ کی بعثت کے بعد جملہ عالمِ انسانیت کے لیے عام ہے ـــــ چنانچہ یہ آج بھی راہنما ہے، رہتی دنیا تک راہنمائی مہیا کرتا رہے گا

اور یہ تا قیامت دستورِ حیات ہے ـــــ نیز اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری کے نتیجہ میں جنت کا وعدہ، یا اس کے برعکس ان کی نافرمانی کے نتیجہ میں جہنم کی وعید بھی پہلوں پچھلوں کے لیے برابر ہے، تو انکارِ حدیث کی موجودگی میں منکرینِ حدیث کے نزدیک اس کی صورت کیا ہوگی؟ ـــــ لامحالہ انھیں ماننا ہوگا کہ تا قیامت آنے والے لوگوں کے لیے آپؐ کی تلاوتِ آیات کے سلسلہ کی راہنمائی بھی محفوظ رہنی چاہیے، آپؐ کی تعلیم بھی ہمیشہ کے لیے موجود رہ کر سب تک من وعن پہنچے، اور آپؐ کی بیان کردہ آیاتِ قرآنی کی تشریح و تبیین بھی تا ابد باقی رہے، حتیٰ کہ اس دنیا میں آنے والا آخری انسان بھی اس سے بہرہ مند ہو سکے ـــــ تاکہ وہ آپؐ کا کلمہ پڑھنے کا حق ادا کرتے ہوئے اور آپؐ کا مطیع و متبع ہو کر سچا مومن بنے،[۱] نیز آپؐ کی بعثت کے احسانِ عظیم سے سرفراز ہو کر جنت میں جا سکے اور جہنم سے بچ جائے ـــــ لیکن اگر کوئی ایسا نہ کرے تو جہنم کی سزا اس پر ظلم و زیادتی نہ ہو، بلکہ عین انصاف قرار پائے! ـــــ اور یہ سب کچھ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتبار کیا جائے ـــــ ورنہ قرآنِ کریم کے بیان کردہ یہ تقاضے، دعوے اور وعدے کیوں کر پورے ہو سکیں گے، اور منکرینِ حدیث قرآنِ کریم سے عقیدت کے دعوے کے باوجود خود قرآنِ کریم ہی سے انصاف کیسے کر سکیں گے؟

الغرض، ہمارا دعویٰ مع دلیل کے واضح ہے کہ قرآنِ مجید خود حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت و حفاظت کا مقتضی ہے، اور جو شخص حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکاری ہے، وہ خود قرآنِ کریم کا بھی منکر ہے ـــــ چنانچہ اس کا "صرف قرآن" کا دعویٰ منافقت بھی ہے، جہالت بھی، اور اپنی ہی ذات سے عداوت بھی!

(جاری ہے)

---

[۱] کیوں کہ بعثتِ رسولؐ کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے:
"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ـــ الآية!"
(النساء: ۶۴)